ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

اجتہاد اور اس کا دائرہ کار

Ijtihad And Its Scope

Muhammad Pervaiz
PhD Scholar,Dept. of Islamic Studies& Shariah,Minhaj University Lahore:

Mbilalahmad190@gmail.com
Dr. Muhammad Mumtaz Ul Hasan
Associate Professor, Department of Islamic Studies & Shariah, The Minhaj University Lahore, Pakistan
drmumtaz365@gmail.com

ABSTRACT

Ijtihad is an important term in Islamic Shari'ah which refers to the human being's ability to derive Islamic rulings from their specific sources and benefits. The Messenger of Allah (peace and blessings of Allah be upon him) also engaged in ijtihad on some occasions during his time, after which the companions of the Prophet (pbuh) also continued to do ijtihad in their respective periods. His method was that first of all he would look at the Qur'an and then look for the same problems from the Hadith.

شریعت اسلامیہ کی ایک اہم اصطلاح اجتہادہے۔اجتہاد کا لفظ 'جہد' سے نکلا ہے،جسکے معنی ہیں سخت محنت و مشقت کرنا۔ مخصوص شرائط کے ساتھ فقہی منابع میں سے عملی احکام اور وظائف کا استنباط کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔[1] انسان میں ایسی صلاحیت کا پایا جانا جس کے ذریعے وہ اسلامی احکام کو اسکے مخصوص منابع اور مآخذوں سے اخذ کرسکے اس صلاحیت اور قابلیت کو اجتہاد کہا جاتا ہے۔ جس شخص میں یہ صلاحیت پائی جائے اسے مجتہد کہا جاتا ہے۔قرآن میں لفظ اجتہاد و مجتہد کا ذکر نہیں ملتا لیکن بعض محققین اس بات کےمعتقد ہیں کہ معنا کے اعتبار سے لفظ "تَفَقُّہ" اجتہاد کے قریب ہے۔[2]

لغوی معنی

اجتہاد کے لغوی معنی ہیں: کسی کام کی انجام دہی میں تکلیف و مشقت اٹھاتے ہوئے اپنی پوری کوشش صرف کرنا۔گویا اجتہاد اس کوشش کو کہتے ہیں جو کسی کام کی تکمیل میں مشقت برداشت کرتے ہوئے کی جائے، اگر بغیر دقت اور تکلیف کے کوشش ہوگی تو اسے اجتہاد نہیں کہیں گے۔ مثلاً عرب یوں تو کہتے ہیں: فلاں نے بھاری پتھر اٹھانے کی کوشش کی لیکن یہ نہیں کہتے کہ اجتہد فلان فی حمل خر دلۃ فلاں نے رائی کا دانہ اٹھانے کی کوشش کی۔

ابن منظور لفظ جُہد کے معنی اس طرح سے بیان کرتے ہیں: الجَہد و الجُہد الطاقہ... قیل الجَهْد المشقه والجُهْد الطاقه نیز کہا گیا ہے: جہد کا معنی مشقت اور جُہد کا معنی طاقت ہے کو بیان کرتا ہے۔ پھر اس آیت: و ؚالَّذِینَ لَا یَجِدُونَ

[1] الزحیلی، وھبہ بن مصطفی،الفقہ الِاسلامی و أدلتہ ،دمشق، سوریہ ،دارالفکر(1 :134)

[2] غزالی ،ابو حامد محمد بن محمد الغزالی(450-505ھ)۔ المستصفی من علم الاصول۔بیروت ،لبنان:دارالکتب العلمیہ،(ص281)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

إ ِلَّا جُهْدَ هُمْ[3] کا معنی فراء نحوی سے ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں: الجهد فی هذه الآیه الطاقه تقول هذا جهدی ای طاقتی۔

اس آیت میں جهد توان اور طاقت کے معنی میں ہے۔ آپ کہتےہیں کہ میری توان اور طاقت میں ہے۔ ابن عرفہ سے اس معنی کو مبالغہ اور نہایت کے معنی کے اضافے کے ساتھ نقل کرتے ہیں: الجُهد بضم الجیم الو ُسع و الطاقه والجَهْدُ المبالغه والغایه و منه قوله عزّ و جل جَهْدَ أَیمانهم أَي بالغوا في الیمین و اجتهدوا فیها "اور پھر لکھتے ہیں کہ الاجتهاد و التجاهد بذل الوسع و المجهود اجتہاد اور تجاہد طاقت اور توان کو بروئے کار لانا ہے"۔[4]

ابن اثیر سے اس طرح مرقوم ہے کہ لفظ جَهد اور جُهد احادیث میں جیم کی زبر اور جیم کی پیش کے ساتھ ذکر ہوا ہے جَهد بمعنی مشقت اور سختی کے ہیں جبکہ جُهد اپنی پوری توانائی کے ساتھ کام کرنے کو کہتے ہیں اور اجتہاد طلب اور جستجو میں اپنی توانائی صرف کرنا ہے۔[5]

اصطلاحی معنی

اجتہاد کہتے ہیں کسی چیز کی تلاش میں اپنی پوری طاقت خرچ کرنا اور اس سے مراد ہے کسی قضیہ (مسئلہ) کو قیاس کے طریقے سے کتاب و سنّت کی طرف لوٹانے کو اجتہاد کہتے ہیں۔کسی فقیہ کا کسی حکم شرعی ظنی کو حاصل (استنباط) کرنے کے لیے اپنی (پوری) طاقت خرچ کرنا۔[6]

اجتہاد کے لغوی معنی تو انتہائی کوشش کرنے ‘کے ہیں جبکہ شرعی اصطلاح میں اس انتہائی کوشش کو کہتے ہیں جو کتاب و سنت کے اشارات و مضمرات سے کوئی حکم معلوم کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔اس کوشش کے باب میں پہلی چیز جسکی طرف خود لفظ اجتہاد اشارہ کر رہا ہے کہ یہ کوشش سہل انگارانہ یا نیم دلانہ نہیں ہونی چاہئے بلکہ پورے دل و جان سے ہونی چاہئے۔اور تحقیق و تلاش کے جتنے وسائل و ذرائع بھی اس کارعظیم کے لیے مطلوب ہیں وہ سب استعمال ہونے چاہئیں۔جب تک آدمی یہ اطمینان نہ کرلے کہ اس راہ کا کوئی پتھر بھی اب ایسانہیں رہ گیا ہے جو الٹا نہ جاچکا ہو اس وقت تک زبان نہ کھولے۔ حضرت معاذ و الی روایت کے یہ الفاظ قابل غور ہیں کہ:"أَ جْتَهِدُ رَ أْيِي و َلا آلُو""میں اپنے رائے سے اجتہاد کروں گا اور حقیقت تک پہنچنے میں کوتاہی نہ کروں گا۔"[7]

---

[3] سعد عبد الغنی کفراوی،ڈاکٹر،الاستدلال عند الأصولیین، مصر،دار السلام،(2005)(308)

[4] النساءآیت نمبر59

[5] ابوداود، سلیمان بن أشعث السجستانی سنن ابي داود،۔بیروت،لبنان:دار الفکر،1994ء،کتاب الأقضية، بَابُ اجْتِهَادِ الرَّأْيِ فِي الْقَضَاءِ(3: 303،رقم:3592)

[6] اصلاحی،امین احسن،اسلامی قانون کی تدوین،مرکزی انجمن خدام القرآن ،لاہور،1963ء(61)

[7] نفس مصدر،67

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

حضرت معاذ نے اپنے اجتہا د کو رائے ہی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے لیکن یہ رائے کتب و سنت کے ا شا رات اور نظائر و قیا سات پر مبنی ہوتی ہے اور اس کا قائم کرنے وا لا کتاب و سنت کا ا یک ما ہر اور دین کا ایک رمز شاس ہو تا ہے۔ا س وجہ سے اس کا درجہ اس رائے سے بالکل مختلف ہو تا ہے جو کسی معاملہ میں ایک عام آدمی مجرد عقل و فہم کی مدد سے قائم کر تاہے۔

اجتہا د کی اقسا م

اجتہا د کی عا م طور پر درج ذیل اقسام بیا ن کی جا تی ہیں۔

1. **اجتہا د مطلق**: فقہ کے تمام ابواب میں استنباط کی قدرت اور صلاحیت کو اجتہاد مطلق کہا جا تا ہے۔اجتہاد تجزی: فقہ کے بعض ابواب میں استنباط کی قدرت اور صلاحیت کو کہا جا تا ہے۔
2. **اجتہاد بالقوہ و الملکہ**: مجتہدمیں حکم شرعی کے استنباط کی قدرت یا صلاحیت ہو لیکن اس نے عملی طور پر استنباط نہیں کیا یا بہت کم مسائل کے بارے میں کیا ہے۔
3. **اجتہاد بالفعل**: مجتہد میں حکم شرعی کے استنباط کی قدرت یا صلاحیت ہو اور وہ عملی طور استنباط کرتا ہو اور احکام شرعیہ کو ان کی ادلہ کے ساتھ جانتا ہو۔[8]

اجتہاد کادائرہ کار

اجتہاد کے دائرہ کار پر ہم مختلف پہلوؤں کے اعتبار سے غور کر سکتے ہیں۔ذیل میں ہم اجتہاد کے دائرہ کار کو منصوص اور غیر منصوص مسائل کے تناظر میں بیان کریں گے۔

نصوص میں اجتہاد کادائرہ کار

قرآن وسنت کی نصوص چار قسم پر ہیں:

پہلی قسم

اُن نصوص کی ہے جو قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ ہیں۔ قطعی الثبوت نصوص میں قرآن مجید، خبر متواتر اور ایسی خبر واحد شامل ہے کہ جس کو تلقی بالقبول حاصل ہو جیسا کہ صحیحین کی روایات ہیں ، جبکہ عام اخبار آحاد ظنی الثبوت ہیں۔اگر کوئی نص قطعی الثبوت ہو اور اس کا معنی بھی قطعی ہو تو اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے۔ کسی نص کے قطعی الدلالۃ ہونے کی صورت یہ ہے کہ اس نص کے مفہوم پر علماء کا اجماع منعقد ہو گیا ہو یا وہ ضروریات دین سے متعلق ہو۔ڈاکٹر وہبہ الزحیلی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

’’اما مالا یجوز الاجتهاد فيه: فهو الأحكام المعلومة من الدين بالضرورة والبداهة، أو التى تثبت بدليل قطعى الثبوت، قطعى الدلالة، مثل وجوب الصلوات الخم س، والصيام، والزكاة، والحج، والشهادتين وتحريم جرائم الزنا وال سرقة وشرب الخمروالقتل وعقوباتها المقدرة لها، مما هو معروف بآيات القرآن و سنة الر سول عليه الصلاة والسلام القولية والفعلية، ومثلها أيضا كل العقوبات أوالكفارات المقدرة ، فإنه لا مجال للاجتهاد فيها، ففى قوله تعالى: (اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِا ئَةَ جَلْدَةٍ) لا يتأتى الاجتهاد فى عدد الجلدات ، وقوله سبحانه و تعالى: (اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ) لا مجال للاجتهاد فى المقصود من الصلاة أو الزكوة ، بعد أن بينت السنة الفعلية المراد منهما.[9]

جن مسائل میں اجتہاد جائز نہیں ہے ان میں دین کے بدیہی اور ضروری معلوم مسائل شامل ہیں یا وہ مسائل جو قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ ہیں مثلاً پانچ نمازوں کا فرض ہونا، روزے، زکوۃ اور حج کا فریضہ، دو گواہوں کی شہادت، زنا سے متعلقہ جرائم کی حرمت، چوری کرنے، شراب پینے اور قتل کرنے کی حرمت، اسی طرح ان

---

[8] سنن اَبِي دا ود،کتاب الأقضية، بَابُ اجْتِهَادِ الرَّأْيِ فِي الْقَضَاءِ(3: 303،رقم:3592)

[9] الزحیلی،وھبہ بن مصطفی،الفقہ الاسلامی وادلتہ،دمشق،سوریہ،دارالفکر(۱:۱۳۴)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

جرائم کی سزائیں، اور یہ سب کچھ قرآن واللہ کے رسول ﷺ کی قولی و فعلی سنت میں معروف طور پر موجود ہے۔ان تمام مسائل میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے۔ مثلاًاللہ تعالیٰ کے قول کہ " زانی مرد و عورت دونوں میں سے ہر ایک کو ایک سو کوڑے مارو" میں کوڑوں کی تعداد میں اجتہاد نہیں ہو سکتا، اور سبحانہ وتعالیٰ کے قول کہ "تم نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو"میں بھی 'صلاۃ' اور ' زکوۃ' کا مفہوم معلوم کرنے کے لیے اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان دونوں اصطلاحات کے معنی و مراد کو اپنے عمل سے خوب اچھی طرح واضح کر دیا ہے۔"

دوسری قسم

یہ نصوص وہ ہیں جو قطعی الثبوت و ظنی الدلالۃ ہوں۔اِن نصوص کا معنی و مفہوم متعین کرنے میں اجتہاد کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''وإذا كان النص ظني الدلالة، كان الاجتهاد فيه البحث فى معرفة المعنى المراد من النص وقوة دلالته على المعنى، فربما يكون النص عاماً وقد يكون مطلقاً، وربما يرد بصيغة الأمر أو النهى، وقد يرشد الدليل إلى المعنى بطريق العبارة أو الاشارة أو غيرهما، وهذا كله مجال الاجتهاد، فربما يكون العام باقياً على عمومه ، وربما يكون مخصصاً ببعض مدلوله، والمطلق قد يجرى على اطلاقه وقد يقيد، والأمر وإن كان فى الأصل للوجوب فربما يراد به الندب أو الإباحة، والنهى وإن كان حقيقة فى التحريم، فأحياناً يصرف إلى الكراهة...وهكذا والقواعد اللغوية ومقاصد الشريعة هى التى يلجأ إليها لترجيح وجهة عما عداها، مما يؤدى إلى اختلاف وجهة نظر المجتهدين واختلاف الأحكام العملية تبعاً لها۔[10]''

اور جب کوئی نص ظنی الدلالۃ ہو تو اس میں اجتہاد اس نص کے معنی کی معرفت یا اس کے الفاظ کی اپنے معنی پر دلالت کی قوت کی تلاش میں ہو گا۔ بعض اوقات کوئی نص عام ہوتی اور بعض اوقات مطلق ہوتی ہے۔ بعض اوقات کوئی نص امر یا نہی کے صیغے میں ہوتی ہے اور بعض اوقات اپنے معنی پر دلالت عبارت یا دلالت اشارہ وغیرہ کے طریق سے رہنمائی کر رہی ہوتی ہے اور یہ سب اجتہاد کا میدان ہے۔ بعض اوقات کوئی عام اپنے عموم پر باقی ہوتا ہے اور بعض اوقات اپنے بعض مدلول کے اعتبار سے مخصوص ہوتا ہے۔ مطلق بعض اوقات اپنے اطلاق پر باقی رہتا ہے اور بعض اوقات مقید ہوتا ہے۔اَمر کا صیغہ جو کہ در حقیقت وجوب کے لیے ہے بعض اوقات استحباب اور اباحت کے لیے بھی آجاتا ہے اور نہی کا صیغہ اگرچہ حقیقت میں تحریم کے لیے ہے لیکن بعض اوقات کراہت کے لیے بھی آجاتا ہے۔اور اسی طرح اور بھی قواعد و ضوابط ہیں ۔ایک مجتہد قواعد لغویہ عربیہ اور مقاصد شریعہ کی روشنی میں کسی ایک احتمال کو باقی احتمالات پر ترجیح دیتا ہے اور اسی بنیاد پر مجتہدین کا اختلاف ہوتا ہے اور عملی احکام میں مختلف آراء سامنے آتی ہیں۔

تیسری قسم

یہ وہ ہیں جو ظنی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہیں مثلاً وہ اخبارِ آحاد کہ جن کے معنی و مفہوم پر امت کا اجماع ہے تو ان نصوص کے معنی کی تعیین میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے۔اس قسم کی نصوص میں ان کے ثبوت و عدم ثبوت یا قبول ورد کے اعتبار سے تحقیق کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ عبد الکریم زیدان حفظہ اللہ لکھتے ہیں

''فإذا كانت نصوصاً ظنية الثبوت، وهذه تكون فى السنة، بحث المجتهد عن مدى ثبوت النص ومقدار صحة سنده وقوته والوثوق برواته والركون إليهم، ونحو ذلك مما يقتضيه البحث والنظر، والمجتهدون يختلفون فى هذه المسائل اختلافاً كبيراً، فقد يثبت هذا حديث عند مجتهد ولا يثبت عند مجتهد آخر فلا يعمل به۔[11]''

پس جب نصوص ظنی الثبوت ہوں اور ایسا عموماً سنن میں ہوتا ہے تو ایک مجتہد اس نص کے ثبوت تک پہنچنے، اس کی سند کی مقدار و قوت صحت کو جانچنے، اس کے راویوں پر اعتماد کرنے اور ان کو ثقہ قرار دینے میں اپنی صلاحیت کو کھپائے گا اور اس قسم کی بحث و تحقیق، کہ جس کی ضرورت ہو، میں وہ اجتہاد کرے گا۔ مجتہدین کا اس قسم کے مسائل میں بہت زیادہ اختلاف ہوتا ہے مثلاً ایک حدیث ایک مجتہد کے نزدیک صحیح ہوتی ہے اور دوسرے کے نزدیک صحیح نہیں ہوتی لہذا اس کے نزدیک اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔
"

---

[10] الزحیلی، وھبہ بن مصطفی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق، سوریہ، دار الفکر، ج ۲، ص ۱۰۵

[11] ماہنامہ الشریعہ، شریعت، مقاصد شریعت اور اجتہاد، دسمبر ۲۰۰۷، ص ۱۳۔۱۴

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

شیخ عاصم الحداد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام ابو حنفیہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ کے زمانہ میں عراق بدعات' خواہشات پر مبنی باطل نظریات اور سیاسی و کلامی فرقوں کے مابین سخت کش مکش کی آماجگاہ بناہوا تھا اور اس میں جھوٹ زوروں پر تھا حتی کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث بھی اس سے محفوظ نہ رہی تھیں اور ان حدیث کی چھان پھٹک کرنا' ان کے راویوں کے حالات معلوم کرنا اور ان کی سندوں پر غور وفکر کر کے صحیح احادیث کو ضعیف اور موضوع احادیث سے الگ کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔اس لیے ان حضرات اپنا زیادہ تر اعتماد قرآن پر رکھا جو قطعی الثبوت تھا اور اس کے ظواہر و عمومات پر انہوں نے کوئی پابندی نہ لگائی۔اس کے بعد انہوں نے اخبار آحاد کو۔جو انہیں ملی۔قرآن پر پیش کیا اگر انہیں اس کے خلاف نہ پایا تو انہیں قبول کر لیا اور ان پر اپنے مسائل کی بنیاد رکھی' بغیر اس کے کہ وہ ان کی سندوں پر بھی غور کرتے اور ان کے راویوں کے حالات بھی معلوم کرتے۔یہ کام یقیناانہوں نے احتیاط اور تقوی کے پہلو سے انجام دیا' مبادا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کر دیں جو قرآن کے خلاف ہو۔اللہ ان پر رحم فرمائے اور ان کی محنتوں کو درجہ قبولیت بخشے کہ وہ ان حالات میں یہی کر سکتے تھے اور یہی انہوں نے کیا۔وہ معذور تھے اور ان کے اجتہاد کا انہیں یقینا اجر ملے گا۔اگر صحیح ہوا تو دوہرا اجر اور اگر غلط ہوا تو اکہرا اجر۔[12]

چوتھی قسم

اُن نصوص کی ہے جو ظنی الثبوت و ظنی الدلالہ ہیں یعنی وہ اخبار آحاد کہ جن کے معنی و مفہوم میں علماء کا اختلاف ہو تو ان کے معنی کے تعین میں اجتہاد ہو سکتا ہے جیسا کہ ہم دوسری قسم میں اس کا حکم ذکر کر چکے ہیں۔نصوص کی موجودگی میں اجتہاد کسی نص کی موجودگی میں یعنی اس کو نظر انداز کرتے ہوئے اجتہاد یا قیاس کرنا جائز نہیں ہے۔قرآن وسنت' صحابہ رضی اللہ عنہم 'تابعین رحمہم اللہ اور ائمہ سلف کی آراء کے مطابق نص کی موجودگی میں قیاس یا اجتہاد کرنا حرام اور شرعاً ممنوع ہے۔اس قسم کے اجتہاد کی حرمت کے بیان میں ہم ذیل میں چند آیات بطور دلیل نقل کر رہے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ[13]

کسی بھی مومن مرد وعورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی مسئلے کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لیے ان کے معاملے میں کوئی اختیار باقی ہو اور جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تو وہ واضح گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ[14]

اہل ایمان کا تو یہی قول ہونا چاہیے کہ جب بھی انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جائے کہ وہ ان کے درمیان کسی مسئلے کا فیصلہ کریں تو وہ یہ کہیں: ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ [15]

اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے پس وہی لوگ تو فاسق ہیں۔"

آپ ﷺ کے ایک صحابی حضرت ہلال بن اُمیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر ایک شخص شریک بن سحماء کے ساتھ زنا میں ملوث ہونے کا الزام لگایا۔اللہ کے رسول ﷺ نے جب ان صحابی رضی اللہ عنہ کا الزام سنا تو فرمایا کہ گواہیاں پیش کرو' ورنہ میں تم پر حد قذف جاری کروں گا۔اس پر وہ صحابی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے اللہ کے

---

[12] ابن قیم، حافظ شمس الدین ابو عبداللہ، اعلام الموقعین، 2:324

[13] الاحزاب: ۳۶

[14] النور: ۵۱

[15] المائدہ: ۴۴

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

رسول ﷺ! اگر میں اپنی بیوی کو کسی کے ساتھ ملوث دیکھوں تو کیا میں لوگوں کو تلاش کرتا پھروں کہ وہ آکر میری بیوی کی بدکاریاں دیکھیں۔اس کے بعد لعان کی آیات نازل ہوئیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے دونوں کو بلوایا اور میاں بیوی نے آپ ﷺ اور صحابہ کی ایک جماعت کے سامنے ایک دوسرے کے خلاف قسمیں کھائیں۔جب عورت قسمیں کھاچکی تو اللہ کے رسول ﷺ نے دونوں میاں بیوی میں علیحدگی کرواتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا:

''أبصروھافإن جاء ت بہ أكحل العينين سابغ الأليتين خدلج الساقين فھو لشريک بن سحماء۔ فجاء ت بہ كذالک' فقال النبى صلي اللہ عليه وسلم لولا مامضى من كتاب اللہ لكان لى ولھا شأن۔[16]''

تم اس بچے پر غور کرنا' اگر تو وہ سرمئی آنکھوں والا' بڑے چوتڑوں والا اور موٹی وبھری ہوئی پنڈلیوں والا ہوا تو وہ شریک بھی سحماء کا ہوگا' پس اس عورت نے انہی خصوصیات والا بچہ جنا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ کی کتاب میں اس کے بارے میں حکم بیان نہ ہو چکا ہوتا تو میرا اور اس عورت کا معاملہ مختلف ہوتا۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

يريد واللہ ور سولہ أعلم بكتاب اللہ قولہ تعالىٰ (وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدَاتٍم بِاللّٰهِ) ويريد بالشأن واللہ أعلم أنہ كان يحدھا لمشابھۃ ولدھا للرجل الذى رميت بہ ولكن كتاب اللہ فصل الحكومۃ و أ سقط كل قول و راء ہ ولم يبق للاجتھاد بعده موقع۔[17]''

اللہ کے رسول ﷺ کی اللہ کے حکم سے مراد وہ آیت تھی جس میں یہ مذکور ہے کہ عورت چار قسمیں اٹھا کر اپنے سے حد کو دور کردے گی اور معاملہ سے اللہ کے رسول ﷺ کی مراد یہ تھی کہ آپ ﷺ اس عورت پر 'نومولود کی اس آدمی کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے کہ جس پر زنا کی تہمت لگائی گئی تھی' حد جاری کرتے' لیکن کتاب اللہ نے فیصلہ کن حکم جاری کردیا تھا اور اس کے علاوہ ہر حکم کو ساقط کردیا تھا اور کتاب اللہ کے اس حکم کے بعد کسی قسم کے اجتہاد کی گنجائش نہ تھی۔''

غیر منصوص مسائل میں اجتہاد

وہ مسائل کہ جن میں کوئی صریح نص موجود نہ ہو' ان میں اجتہاد جائز ہے۔غیر منصوص سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ بعض مسائل ایسے بھی ہیں کہ جن کے بارے میں شریعت خاموش ہے جیسا کہ بعض متجددین کا خیال ہے۔جاوید احمد غامدی اور منظور الحسن صاحب اجتہاد کا دائرہ کار طے کرتے ہوئے لکھتے ہیں'': شریعت کے دائرے میں علماء اور محققین کا کام صرف اور صرف یہی ہے کہ احکام کے مفہوم و مدعا کو اپنے علم واستدلال کے ذریعے سے متعین کرنے کی کوشش کریں۔اس میں ان کے لیے کسی تغیر و تبدل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔البتہ' جس دائرے میں شریعت خاموش ہے' اس میں وہ دین و مذہب' تہذیب و تمدن' اور عرف ورواج کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر طرح کی قانون سازی کرسکتے ہیں۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر گوشے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔بعض مسائل کے بارے میں قرآن وسنت نے صریح الفاظ میں ہماری رہنمائی فرمائی ہے جبکہ اکثر اوقات قرآن وسنت کا منہج یہ ہے کہ وہ ایسے ضوابط' علل اور اسباب بیان کردیتے ہیں کہ جن کے ساتھ احکام معلق ہوتے ہیں لہذا جو جزئیات بھی کسی کلی ضابطے کے تحت آتی ہوں تو ان سب کا حکم ایک جیسا ہوگا۔اسی طرح اگر شرع نے کسی چیز کو کسی علت کی وجہ سے حرام کیا ہے تو وہ علت جن اشیاء میں بھی پائی جائے گی وہ حرام متصور ہوں گی۔پس قرآن وسنت نے بعض اشیاء کی حرمت تو صریح الفاظ میں بیان کردی اور اکثر اوقات ایسی علل بیان کردی ہیں جو کسی چیز کو حرام بنادیتی ہیں لہذا ان علل کی وجہ سے جب ہم کسی چیز کو حرام ٹھہرائیں گے تو اگرچہ ہم یہی کہیں گے کہ فلاں چیز نص سے حرام ہوئی ہے اور فلاں قیاس سے' لیکن دونوں چیزوں کا حکم شریعت یا نصوص میں موجود ہے ایک کا صراحتاً اور دوسری کا قیاساً' اسی طرح کا معاملہ ان مسائل کا بھی ہے کہ جن کو مصلحت' سد الذرائع اور عرف وغیرہ جیسے قواعد کی روشنی میں مستنبط کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

۱۶۔ابوداود، سلیمان بن الاشعث السجستانی، کتاب الطلاق، باب فی اللعان،(2254)

17 ابن قیم، حافظ شمس الدین ابوعبداللہ، اعلام الموقعین، 2:324

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

''وإذا كانت الحادثة لانص ولا إجماع فيها' فمجال الاجتهاد فيها هو البحث عن حكمها بأدلة عقلية كالقياس أو الاستحسان أو المصالح المر سلة أو العرف أو الا ستصحاب' ونحوها من الأدلة المختلف فيها' وهذا باب وا سع للخلاف بين الفقهاء۔[18]''

اور جب کسی مسئلے میں نہ تو نص صریح ہو اور نہ ہی اجماع ہو تو اس مسئلے میں اجتہاد کا میدان یہ ہے کہ اس مسئلے کا شرعی حکم عقلی دلائل مثلاً قیاس' استحسان' مصالح مرسلہ' سد الذرائع' عرف اور استصحاب وغیرہ جیسے اختلافی دلائل سے معلوم کیا جائے گا' اور ان دلائل کے بارے میں فقہاء کے درمیان بہت اختلاف ہے۔''

مجمع علیہ مسائل کے خلاف اجتہاد

جس طرح نصوص قرآن وسنت کی موجودگی میں اجتہاد جائز نہیں ہے اسی طرح مجمع علیہ مسائل میں بھی کوئی نیا اجتہاد پیش کرنا جائز نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس مسئلے کا تعلق عرف یا ظروف وأحوال سے ہو اور عرف یا حالات کی تبدیلی سے اس مجمع علیہ مسئلے کی نئی صورت پیدا ہو جائے۔ انڈیا سے تعلق رکھنے والے مفکر جناب راشد شاذ صاحب کا کہنا یہ ہے کہ تمام قدیم فقہی مذاہب وآراء کو آن واحد میں یک سر مسترد کرتے ہوئے نئے سرے سے قرآن کی شرح وتفسیر کی جائے اور جدید حالات اور تہذیب و تمدن کے مطابق سارے دین کی ایک ایسی تعبیر نو کی جائے کہ جس میں کسی سابقہ عالم دین کا تذکرہ یا حوالہ تک موجود نہ ہو۔ جناب راشد شاذ صاحب لکھتے ہیں:

''جدید مصلحین کو ابتداء ہی سے اس بات کا التزام کرنا ہو گا کہ وہ تاریخی اسلام اور نظری اسلام میں نہ صرف یہ کہ امتیاز کریں بلکہ مطالعہ قرآنی میں ایک ایسے منہج کی داغ بیل ڈالیں جس کے ذریعے انسانی تعبیرات اور التباسات کے پردوں کا چاک کیا جانا ممکن ہو۔ اور یہ جب ہی ممکن ہے جب ہر مسئلہ کو از سر نو تحقیق و تجربہ کا موضوع بنایا جائے اور ہر مسئلہ پر قرآنی دائرہ فکر میں از سر نو گفتگو کا آغاز ہو۔ یقین جانیے اگر ہم قرآن مجید کو حکم مانتے ہوئے اپنے تہذیبی اور علمی ورثے کا ناقدانہ جائزہ لینے کی جرأت پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ہم خود فکری طور پر نزول وحی کے ان ایام میں پائیں گے جب وحی کی ضیا پاشیاں ہمارے قلب و نظر کو منور اور ہمارے ملی وجود کو طمانیت سے سرشار رکھی تھیں۔[19]''

لیکن سوال تو یہ ہے کہ جتنا عرصہ ان مصلحین کو دین کی نئی تعبیر میں لگے گا تو اس وقت تک یا تو یہ مصلحین اس دنیا سے رخصت ہو کر قدماء میں شامل ہو چکے ہوں گے یا پھر دنیا بہت ترقی کر چکی ہو گی لہذا آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے ان مفکرین کی نئی تعبیر دین قدیم بن جائے گی اور اگر اس آئندہ آنے والی نسل کو سابقہ متجددین کی فکر سے اتفاق نہ ہوا تو یہی کہیں گے کہ اس قدیم تعبیر دین کو بھی ترک کرتے ہوئے دین کی کسی نئی تعبیر کی تلاش میں سرگرم ہو جاؤ اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ اس طرح چودہ صدیوں میں اگر دین کی چھ یا سات تعبیریں تھیں تو اب ایک صدی میں سینکڑوں نئی تعبیریں وجود میں آجائیں گی اور ایک عامی اور غیر مسلم کے لیے تعبیرات کے اس سمندر میں دین اسلام کو تلاش کرنا مشکل ہو جائے گا۔

ایک اور جگہ راشد شاذ صاحب لکھتے ہیں

''نئے مصلحین کو اس بات کا التزام بھی کرنا ہو گا کہ وہ وحی ربانی کے مقابلہ میں صدیوں کے متوارث عمل کو' خواہ اس پر مفروضہ اجماع کی مہر ہی کیوں نہ لگ گئی ہو' از سر نو تحلیل و تجزیے کا موضوع بنائیں۔ اب یہ کہنے سے کام نہیں چلے گا کہ کسی مخصوص مسئلے پر فلاں فلاں فقہاء اور ائمہ کی کتابوں میں یوں لکھا ہے یا یہ کہ فلاں مسئلہ پر

---

[18] ماہنامہ اشراق، اجتہاد، جون ۲۰۰۱، ص ۳۰

[19] سہ ماہی اجتہاد، اقبال کا نظریہ اجتہاد اور عصری تقاضے، ستمبر ۲۰۰۸ء، ص: ۷۴

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

امت کا اجماع ہو چکا ہے جسے از سر نو بحث کی میز پر نہیں لایا جا سکتا۔ خدا کے علاوہ ان سانوں کے کسی گروہ کو اس بات کا اختیار نہیں دیا جا سکتا کہ وہ اجماع کی دھونس دے کر یا اہل حل وعقد کے حوالے سے ہمیں کسی مسئلہ پر تحلیل و تجزیے سے باز رکھے۔" [20]

قطعی الدلالہ و قطعی الثبوت نصوص کی تطبیق میں اجتہاد

بعض اہل علم کی طرف سے یہ رائے سامنے آئی ہے کہ قطعی الدلالہ و قطعی الثبوت نصوص کے معنی و مفہوم کی تعیین میں تو اجتہاد نہیں ہو سکتا ہے لیکن ان نصوص کی تطبیق میں اجتہاد کی گنجائش ضرور موجود ہے۔ مولانا زاہد الراشدی حفظہ اللہ لکھتے ہیں ": اس عقل کی کارستانیوں کا مشاہدہ ہم گزشتہ دو صدیوں کے دوران مغرب میں کر چکے ہیں جہاں انسانی خواہشات کی سان پر چڑھ کر اس عقل عام نے زنا' عریانی' سود اور ہم جن س پرستی جیسی لعنتوں کو بھی جواز کا درجہ دے دیا ہے بلکہ انھیں انسانی حقوق کے زمرے میں شمار کر لیا ہے۔ ہمارے خیال میں احکام شرعیہ کا مدار مقاصد و مصالح کو قرار دے کر مقاصد و مصالح کے بدلتے ہوئے معیارات کی بنیاد پر قرآن و سنت کے منصوص احکام میں تغیر و تبدل کے راستے تلاش کرنے کی موجودہ کوششوں کو مغرب کے اس فکری و تہذیبی انقلاب سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا کیونکہ اگرچہ اس کے لیے اصطلاح "اجتہاد" ہی کی استعمال کی جاتی ہے لیکن اس کے اہداف و مقاصد کا رشتہ " اجتہاد" کی بجائے تشکیل نو سے جا ملتا ہے جو اسلام کی بجائے مغرب کی اصطلاح ہے اور مارٹن لوتھر کے فکری اور تہذیبی انقلاب کا کرشمہ ہے جس کے خوفناک نتائج سے آج خود مغرب بھی حیران و پریشان ہو رہا ہے' اس لیے قرآن و سنت کے صریح احکام میں تغیر و تبدل کے لیے مقاصد و مصالح' عقل عام اور انسانی فہم و دانش کو واحد معیار اور مدار قرار دے کر ان کی تشکیل نو کے تصور کو نہ عقلی طور پر قبول کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسلام کا چودہ سو سالہ اجماعی تعامل اور قرآن و سنت کے طے شدہ اصول اس کی اجازت دیتے ہیں۔ البتہ قرآن و سنت کے بیان کردہ صریح احکام و قوانین کو ابدی اور غیر متبدل تسلیم کر لینے اور ان کی قطعیت و ابدیت پر مکمل ایمان کے بعد ان کے اطلاق و نفاذ اور تطبیق کے حوالے سے زمانے کے تغیرات' ضروریات کے تنوع اور احوال کے اختلاف کا لحاظ رکھنا اس سے مختلف امر ہے اور اس کی گنجایش ہر زمانے میں موجود رہی ہے۔ ہماری رائے میں پہلی بات کا تعلق تشکیل نو سے ہے جبکہ دوسری بات کا تعلق اجتہاد سے ہے اور اسلام اجتہاد اور تجدید کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ مسلمہ اصولوں کے دائرے میں رہتے ہوئے اس کی ترغیب دیتا ہے اور اس پر اجر و ثوب بھی بیان کرتا ہے۔" [21]

کتابیات

1. القرآن الکریم
2. الزحیلی، وھبہ بن مصطفی، الفقہ الِاسلامی و اُدلتہ، دمشق، سوریہ، دار الفکر، ۲۰۱۹
3. اسعد عبد الغنی کفراوی، ڈاکٹر، الاستدلال عند الأصولیین، مصر، دار السلام، ۲۰۰۵
4. ابو داود، سلیمان بن أشعث السجستانی سنن ابي داود۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۴
5. اصلاحی، امین احسن، اسلامی قانون کی تدوین، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، ۱۹۶۳
6. ابنِ قیم، حافظ شمس الدین ابو عبد اللہ، اعلام الموقعین، ۲۰۱۴
7. سہ ماہی اجتہاد، اقبال کا نظریہ اجتہاد اور عصری تقاضے، ستمبر ۲۰۰۸ء
8. غزالی، ابو حامد محمد بن محمد الغزالی۔ المستصفی من علم الاصول۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۱۲
9. ماہنامہ الشریعہ، شریعت'، مقاصد شریعت اور اجتہاد، دسمبر ۲۰۰۷،
10. ماہنامہ اشراق، اجتہاد، جون ۲۰۰۱،

[20] سہ ماہی اجتہاد، اقبال کا نظریہ اجتہاد اور عصری تقاضے، ستمبر ۲۰۰۸ء، ص: ۷۴

[21] ماہنامہ الشریعہ، شریعت'، مقاصد شریعت اور اجتہاد، دسمبر ۲۰۰۷، ص ۱۳۔۱۴